اعجاز قرآن کے مختلف پہلو (۳)

حسنین عباس گردیزی

فصاحت وبلاغت قرآن

اعجاز قرآن کے اس پہلو پر قدیم الایام سے علماء نے اظہار خیال کیا ہے۔ متقدمین کی اکثریت اور تمام متاخرین نے اسے اعجاز قرآن کی مسلم جہت قرار دیا ہے ۔ علوم بلاغت اور اعجاز قرآن پر جن متقدمین نے کتابیں تحریر کی ہیں ان میں الرمانی(۱) ،الوسطی(۲) ،الخطابی(۳) ،اور الجرجانی (۴) ،کے اسماء قابل ذکر ہیں۔علماء متاخرین میں سے امام رازی (۵) نے جرجانی کی دو کتب "اسرار البلاغة" اور " دلائل الاعجاز " کا خلاصہ کرکے ایک بہترین کتاب اعجاز قرآن پر لکھی ان کے بعد ادیب ابن ابی الاصبع نے " بدائع القرآن " کتاب تصنیف کی جس میں انہوں نے معانی البلاغۃکی ایک سوانواع کا ذکر کیا اور ان کی تشریح کی اوران کی مثالوں کو قرآن سے پیش کیا۔ اس کے بعد ابن قیم جوزی نے " کتاب الفوائد المشوق الی علوم القرآن وعلم البیان " تحریر کی ، جو درحقیقت گذشتہ تمام کتب کانچوڑ ہے۔

عربی ادب کے اکثر علماء کا نظریہ یہ ہے کہ فصاحت ایک صنعت ہے جو الفاظ سے مربوط ہے اور بلاغت ایک فن ہے جو معانی کے ساتھ مربوط ہے۔ فصاحت کا مرکز منہ اور زبان ہے جبکہ بلاغت کا مرکز عقل وفکر ہے۔

بلاغت سے مراد یہ ہے کہ جو معانی مقصود متکلم ہیں اسے زمان ومکان اور صورتحال کی مناسبت سے بہترین اور مناسب ترین الفاظ اور خوبصورت ترین وخوش آہنگ ترین عبارات میں بیان کیا جائے اس طرح سے کہ ان معانی ومطالب کو زمان ومکان اور حالات وشرائط کی مناسبت سے اس سے بہتر بیان کرنا ممکن نہ ہو۔

قرآن اگرچہ فصاحت کے لحاظ سے دوسرے الفاظ کی طرح محدود ہے لیکن اس کی فصاحت اور الفاظ کی

تنظیم وترتیب اس حد تک اعجاز آمیز ہے کہ مادی مکتب کے راہنما شبلی شمیل نے قرآن کی فصاحت وبلاغت کی عظمت ورفعت اور حقائق کے بارے میں اپنے مشہور قصیدے میں ایک جملہ یوں بیان کیا ہے۔

" رب الفصاحة مصطفٰی الکلمات "

یعنی قرآن فصاحت کا خدا اور انتخاب شدہ کلمات ہیں۔(٦)

سیوطی نے الاتقان میں " حازم " (٧) کے حوالے سے لکھا ہے۔

قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ اس میں فصاحت وبلاغت اس کے ہر موقع ومحل پر یکساں طور پر پائی جاتی ہے اس طرح کہ اس میں انقطاع نہیں۔ بخلاف ازیں کسی دوسرے شخص کے کلام یا تصنیف میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ ابتداء سے لے کر انتہا تک اس میں فصاحت وبلاغت یکساں طور پر موجود ہو۔(٨)

علامہ سید هبة الدین شہرستانی نے اپنی کتاب " تنزیة تنزیل "میں علامہ شریف مدنی کی کتاب" انوار الربیع" سے سورہ ہود کی آیت ۴۴

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

اور کہا گیا : اے زمین ! اپنا پانی نگل جا اے آسمان رک جا پانی نیچے چلا گیا اور معاملہ ختم ہوگیا وہ (کشتی) جودی (پہاڑ کے دامن) میں ٹھہر گئی اس وقت کہا گیا کہ ظالم لوگوں کیلئے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے۔

کے بارے میں تیس۔ ۳۰ قسم کے علم بدیع کے صنائع ذکر کیے ہیں اور قرآن کی فصاحت کو ثابت کیا ہے نیز عالم موصوف نے اپنی کتاب" سبع المثانی " میں سورہ حمد کے لیے اسرار بلاغت کے ستر(٧٠) نکات بیان کیے ہیں۔ (٩)

شیخ طبرسی مرحوم نے اپنی کتاب " جوامع الجامع " میں صرف سورہ کوثر کے سولہ (١٦)بدیعی نکات ذکر کیے ہیں جوکہ ایک عام انسان کے لیے محال ہے کہ وہ اتنے اختصار کے ساتھ ان سب بلاغی جہات کو یکجا کردے ۔(١٠)

ایک مثال :

ارشاد رب العزت ہے :۔

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوۡسٰٓى اَنۡ اَرۡضِعِيۡهِ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَيۡهِ فَاَلۡقِيۡهِ فِى الۡيَمِّ وَلَا تَخَافِىۡ وَلَا تَحۡزَنِىۡ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَيۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ۔

ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ وہ اسے دودھ پلائے اور (کہا کہ) جب تو خوف کھائے تو اسے دریا میں ڈال دے اور تو غمگین نہ ہو ہم اسے تمہیں پلٹادیں گے اور اسے اپنے رسولوں میں سے قرار دیں گے (۱۱)

اس چھوٹی سی عبارت میں مادر موسیٰ کو آئندہ کی دو خبریں دی گئیں ہیں۔ پہلی خبر یہ ہے کہ ہم موسیٰ کو تیری طرف پلٹا دیں گے اور دوسری یہ کہ ہم اسے اپنا پیغمبر بنائیں گے۔ ان خبروں کے جفت ہونے کی مناسبت سے گیارہ الفاظ اور معانی کو اس چھوٹی سی آیت میں جفت لایا گیا ہے۔ اس میں دو فعل ماضی " اوحینا "اور " خفت "دو فعل امر" ارضعیہ " اور " القیہ "دو فعل نہی ایک " لاتخافی " اور دوسرا " لا تحزنی " اسم فاعل کے دو وزن ایک " رادوہ " اور دوسرا " جاعلوہ "لائے گئے ہیں۔ اس میں دو خبریں' دو امراور دو وعدے کیے گئے ہیں۔ حروف میں دو " فاء جواب " اور دو " الیٰ " استعمال ہوئے ہیں اور دو مادہ خوف کو ایک جگہ پر اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس ذریعے سے آیت میں فصاحت اور بدیعی محسنات کو انتہا درجے تک پہنچایا گیا ہے۔

یہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کا ہی اعجاز تھا جس نے عرب کے نامور شعراء 'ادباء' بلغاء اور فصحاء کو مبہوت کردیا اور انہیں قرآن کی بلاغت کے مقابلے میں عاجز کردیا۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے مشہور اور فصیح ترین شعراء ولید بن مغیرہ مخزومی 'عتبہ بن ربیعہ اور طفیل بن عمرو جو کلام عرب کی پہچان کے ماہر سمجھے جاتے تھے 'نے گواہی دی اور یہ اعتراف کیا کہ قرآن فصاحت وبلاغت کے کمال پر ہے اور بشری کلام سے برتر واعلیٰ ہے۔

ہشام بن حکم بیان کرتے ہیں کہ ملحدین اور منکرین قرآن میں چار اشخاص عبدالکریم ابن ابی عوجاء ' ابو شاکر دیصانی 'عبداللہ المقفع اور 'عبدالمالک البصری حج کے موسم میں مکے میں اکٹھے ہوئے اور مسجد الحرام میں بیٹھ کر آنحضرت ﷺ اور اسلام کی عظمت 'حج اور باقی احکام اسلام کے متعلق اپنی نفرت اور غم وغصے کا اظہار کرنے لگے ۔ آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ان تمام امور کی اصل اور بنیاد قرآن مجید ہے ۔ لہٰذا انہوں نے قرآن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے تئیں یہ خیال کیا ہے کہ جب اسلام کا محور اور معجزہ شکست پذیر ہوجائے گا تو باقی سب احکام خود بخود اپنی اہمیت کھودیں گے ۔ انہوں نے قرآن کی مثل لانے کے لیے ایک سال کا عرصہ مقرر کیا اور سب نے قرآن کا ایک ایک حصہ اپنے ذمہ

لے لیا۔ سال گزرنے کے بعد انہوں نے پھر مسجد الحرام میں اجتماع کیا اور ایک دوسرے کی کارکردگی کا جائزہ لینے لگے۔ سب سے پہلے ابن ابی العوجاء نے معذرت کی اور کہا کہ جیسے ہی میری نظر اس آیت:

"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا"

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور کئی خدا ہوتے تو ان دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ (۱۲)

پر پڑی تو اس کی بلاغت اور علمی عظمت کے سامنے میں اس قدر مرعوب ہوا کہ باقی آیات سے صرف نظر کرلی۔

دیصانی نے بھی عذر خواہی کرتے ہوئے کہا کہ مجھے قرآن کی اس آیت

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ"

اے لوگوں! بیان کی جانے والی ایک مثال غور سے سنو! اللہ کو چھوڑ کر تم جنہیں پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ مکھی اگر کچھ لے لے تو اس سے واپس نہیں لے سکتے اور طالب و مطلوب (عابد و معبود) دونوں ہی بڑے کمزور ہیں۔ (۱۳)

نے متحیر کردیا اور جس کام کو کرنا چاہتا تھا اس سے روگردان ہوگیا۔ عبدالمالک نے اس آیت

"فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا"

جب (بھائی) اس سے مایوس ہوگئے تو ایک طرف گئے اور آپس میں سرگوشی کی۔ (۱۴)

کے متعلق اپنی حیرانی کا اظہار کیا اور کہا کہ ایجاز کے ساتھ اس کی بلاغت میں غور و فکر کرتے ہوئے میں اس قدر غرق ہوا کہ دوسری آیات کے بارے میں سوچ بھی نہ سکا۔

ابن مقفع نے کہا مجھے صرف سورہ ہود کی اس آیت

"يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ"

اور کہا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا' اے آسمان رک جا'پانی نیچے چلا گیا اور معاملہ ختم ہوگیا وہ (کشتی) جودی (پہاڑ کے دامن) میں ٹھہر گئی اس وقت کہا گیا کہ ظالم لوگوں کیلئے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے۔(۱۵)

نے مصروف رکھا میں اسی کے بارے میں سوچتا رہا اور دوسری آیات کو دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آئی اور اس آیت کی فصاحت وبلاغت پر حیرت زدہ ہوں۔

ہشام کہتے ہیں اس موقع پر امام جعفرصادقؑ ان کے پاس سے گذرے گویا آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ کس کام میں مشغول ہیں ۔ آپ نے ان کے سامنے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یا توابمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ "

کہہ دو : اگر انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو اس کی مثل نہیں لاسکیں گے (۱۶)

اس آیت کے سننے کے بعد ان سب کے سر شرمندگی سے جھک گئے اور وہ بہت زیادہ رسوا ہوئے۔ مصر کے معروف مصنف مصطفٰی رافعی قرآن کی بلاغت پر یوں اظہار نظر کرتے ہیں :

ان القرآن کان علم البلاغۃ عندالعرب 'ثم صار بعد ھم بلاغۃ ھذا العلم "

یعنی عربوں کے نزدیک قرآن بلاغت کا علم تھالیکن اس میں مزید غور وفکر سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ نہیں قرآن علم بلاغت نہیں ہے بلکہ اس علم کی بلاغت ہے۔گویا علم بلاغت کو قرآن نے اوج پر پہنچایاہے۔ جو کسی بشر کے ہاتھوں ممکن نہ تھا۔(۱۷)

شہید مطہری قرآن کے لفظی اور ظاہری پہلو کو جمال وزیبائی کا اعلٰی نمونہ قرار دیتے ہوئے فصاحت وبلاغت قرآن کے ایک اور گوشے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن لفظی اور ظاہری اعتبار سے حسن وجمال کا مرقع ہے اور اس کا تعلق عقل سے نہیں بلکہ انسان کے دل اور احساسات کے ساتھ ہے۔ لہٰذا فصاحت وبلاغت کے ساتھ قرآن کی جاذبیت کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ یعنی قرآن جاذب نظر بھی ہے۔

قرآن کا لفظی اور ظاہری پہلو اس کے علمی وفکری پہلو سے جدا نہیں ہے بلکہ علمی وفکری مطالب کو اس زیبائی اور خوبصورتی سے ادا کرنا زیادہ مشکل ہے۔ کتاب آئینہ اسلام میں طٰہٰ حسین کے بقول فصحاء عرب کے پاس جو کچھ اسلام سے پہلے تھا یا جو ادبی سرمایہ ان کے پاس اسلام کے بعد کا ہے اس کا ملاحظہ کریں آپ دیکھیں گے کہ جب انہوں نے فصاحت وبلاغت میں اپنے جوہر دکھانے چاہےتو وہ ایک طبیعی میدان میں وارد ہوئے ۔ کسی نے اپنے گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے 'کسی نے اپنی تلوار 'کسی نے اپنی محبوبہ اور کسی نے اپنے قبیلے کے مردوں کی صفات وخوبیاں بیان کرتے ہوئے اپنے اپنے

فن کے جوہر دکھائے۔ یہ سب عام اور طبیعی جذبات کا اظہار ہے جسے ایک انسان اچھی طرح جانتا ہے۔ لیکن قرآن کی طرف نگاہ کریں تو اس کے موضوعات اور ہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کے مطالب اور مفاہیم کو خوبصورت ترین قالب میں بیان کرنا چاہے تو یہ کام انتہائی کٹھن اور مشکل ہے ۔ قرآن نے توحید 'اس کی صفات 'قیامت 'احکام شریعت اور اخلاقی مواعظ کو اتنے شیریں لہجے اور اتنے بلیغ اور فصیح انداز میں بیان کیا ہے کہ اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔

پس یہ بشر کی ناتوانی اور عجز ہے کہ وہ اعلیٰ اور لطیف معانی کو زیبا اور حسین انداز سے بیان نہیں کرسکتا مگر یہ کہ انہیں محسوس امور کے رنگ میں ذکر کیا جائے جیسا کہ اسلامی عرفاء نے معنوی اور روحانی مطالب کو غزل کے قالب میں بیان کیا ہے۔ چونکہ بیان کے لیے غزل کا میدان وسعت کا حامل ہے۔ جب عرفاء نے خدا سے عشق اور اپنی روحانی شیفتگی کو بیان کرنا چاہا تو انہوں نے آنکھ 'ابرو اور زلف کے الفاظوں کا سہارا لیا اور زلف کو ایک چیز کا کنایہ قرار دیا' آنکھ کو دوسری چیز کا 'جسم نازک سے مراد ایک اور مطلب کو لیا۔ اگر وہ معانی کو یہ لباس نہ پہناتے اور یہ رنگ ان پر نہ چڑھاتے تو انہیں خوبصورت بیان نہ کرسکتے۔

لیکن یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ قرآن نے ان اعلیٰ ترین اور لطیف ترین روحانی و معنوی مطالب کو کمال درجے کی فصاحت وبلاغت کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ (۱۸)

۲۔ اسلوب قرآن :۔

اعجاز قرآن کا دوسرا اہم پہلو اس کا انوکھا اور بے مثال اسلوب ہے علماء متقدمین اور متاخرین نے صراحت کے ساتھ اسلوب قرآن کو اس کے اعجاز کی وجوہ میں سے قرار دیا ہے ۔ یہ امر بدیہی ہے کہ قرآن کا انداز بیان دیگر فصحاء اور بلغاء کے طرز بیان سے مختلف اور نرالا ہے ۔ آیات کے مقاطع اور فواصل بالکل نئی قسم کے ہیں جو قرآن سے پہلے کسی کلام میں موجود تھے نہ بعد کے کسی کلام میں ملتے ہیں ۔ اسی طرح سورتوں کے فواتح ومقاطع میں بھی ایک عجیب مناسبت ہے جوکہ دنیا کے کسی فصیح وبلیغ کلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی ۔ قرآن کے اسلوب کو کوئی اول سے آخر تک نہیں نبھاسکتا۔ چنانچہ اس جدید اور نرالے اسلوب کو دیکھ کر فصحائے عرب دنگ رہ گئے ۔

قاضی عیاض (۱۹) " شفاء میں لکھتے ہیں کہ نظم قرآنی کا وہ عجیب وغریب انوکھا طرز جو عرب نظم ونثر کے ہر اسلوب اور طرز سے جدا اور ممتاز نظر آتا ہے ۔ عرب کے شعراء وبلغاء اور خطباء نظم قرآنی کو انواع واقسام کی نظم ونثر سے مختلف پاکر متحیر ہوئے تھے کہ یہ طرز کلام اور انداز بیان آخر کس معیار

پر ہے۔"(۲۰)

کتاب " اعجاز قرآن " میں رافعی نے اسلوب قرآن کو بیان کرتے ہوئے جو لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے :۔

قرآنی اسلوب کا ہر پہلو بجائے خود ایک معجزہ ہے' الفاظ کی بندش' جملوں کی برجستگی' ترکیب کی پختگی' عالمانہ انداز بیان' کوثر و تسنیم میں ڈھلے ہوئے جملے اور موقع و محل کے مطابق زور بیان' یہ ایسی چیز تھی کہ جس نے عربوں کو مبہوت و ششدر کردیا۔ یہاں تک کہ عرب اپنی اس فطری زبان آوری کو جسے بہت قوی سمجھتے تھے' ضعیف سمجھنے لگے کلام وخطابت کے اپنے مستحکم ملکے کو قرآنی اسلوب کے سامنے بہت پست باور کرنے لگے۔ ان بلغاء کو اعتراف کرنا پڑا کہ اسلوب قرآنی زبان وبیان کی وہ جنس گراں مایہ ہے جس تک ان کی پرواز نہیں ہوسکی اور نہ ہوسکتی ہے۔ اہل عرب نے شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ یہ نظم واسلوب خود ان کی فطرت لسانی کی روح اور جان ہے اور کسی عرب کے دل کو اس انداز نظم وبیان سے پھیرنے اور باز رکھنے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہوسکتی۔ اور نہ کسی عرب کے دل ودماغ کو اس بیان سے متاثر ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ قرآنی اسلوب عرب کے لسانی کمال کا وہ رخ ہے جسے سارے عرب کی روح جانتی پہچانتی ہے اور جو ان کے دلوں کی دھڑکن ہے۔(۲۱)

اسلوب قرآن پر شہید مطہری اپنا اظہار نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں :

ہمیں علم ہونا چاہیے کہ اسلوب مختلف قسم کے ہوتے ہیں ۔ کم از کم فارسی زبان میں عبارات اسلوب متفاوت ہیں مثلاً نثر سعدی کا اپنا مخصوص انداز ہے' ناسخ التواریخ کا اور اسلوب ہے ان میں اتنا فرق ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ ناسخ کی روش ہے' اسی طرح تاریخ وصاف کا اپنا اسلوب ہے ۔ یہاں تک کہ آج کے دور کے بلند پایہ مصنفین کی الگ الگ روش ہے ۔ اسی طرح عربی میں یہ امر بہت زیادہ پایا جاتا ہے ۔ قرآن کا اپنا مخصوص انداز واسلوب ہے ۔ اگر ہم قرآن کی ایک آیت کو نہج البلاغۃ کے بیچ میں رکھ دیں جس کی بلاغت میں کسی کو بھی شک نہیں ہے' ہم دیکھتے ہیں قرآن کی آیت نمایاں اور مشخص ہے اور یوں لگتا ہے جیسے رات کی تاریکی میں ستاروں کے جھرمٹ میں چاند چمک رہا ہے ۔ یہ آیت بتارہی ہے کہ یہ اسلوب اور ہے وہ اسلوب اور۔

یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبات میں بھی یہی صورت حال ہے آپ کا ایک نہایت فصیح وبلیغ خطبہ ہے ۔

" اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُم وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُم وَاحِدٌ کُلُّکُم لِاٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ

لَافَضْلَ لِعَرَبِیٍ عَلٰی عَجَمِیٍ اِلَّا بِالتَّقْوٰی "

تمہارا رب ایک ہے ،تم سب ایک باپ کی اولاد ہو ،تمہارے باپ آدم مٹی سے خلق کیے گئے ،کسی عرب کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے سوائے **تقویٰ** کے۔

یہ رسول اللہ کا کلام ہے لیکن قرآن کا طرز بیان اور طرح کا ہے۔ یہ **کلمات** قرآنی صورت کے علاوہ اور صورت میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ قرآن کے اسلوب کی عربی زبان میں کوئی مثال نہ تھی ،نہ صرف یہ کہ پہلے مثال نہ تھی بلکہ بعد میں بھی کوئی اس کے اسلوب کو اپنا نہ سکا کوئی ایسا سپوت پیدا نہ ہوسکا جو قرآن کے خاص انداز اور اس کے ناقابل توصیف اسلوب کے مطابق ایک سطر ہی لے آتا۔ لٰہذا قرآن کا نہ کوئی سابقہ ہے اور نہ کوئی لاحقہ ہے۔ یعنی قرآنی اسلوب کی نہ صرف ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی بلکہ اب تک اس روش پر کوئی طبع آزمائی نہیں کرسکا گویا یہ اسلوب ناقابل تقلید بھی ہے۔(۲۲)

(۳)قرآن میں تکرار

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں بعض اوقات ایک بات کو کئی مرتبہ بیان کیا گیا ہے ،ایک ہی مطلب کو چند بار تکرار کیا گیا ہے اور ممکن ہے کہ ایک مطلب جو دو یا چند آیات میں مختلف صورتوں میں بیان کیا گیا ہے ان میں سے بعض آیات دوسری بعض آیات سے زیادہ بلیغ ہوں اور ویسے بھی کلام بلیغ میں تکرار اچھے اسلوب کی نشاندہی نہیں کرتا۔

جاحظ (۲۳) نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ قرآن میں تکرار کا راز قرآن کا مختلف مخاطبین سے مختلف موارد میں خطاب ہے۔ ایک مقام پر بنی اسرائیل سے خطاب ہے دوسرے مقام پر عرب اور اعراب کو مخاطب قرار دیا ہے۔ قرآن نے ان موارد کی مناسبت اور صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے کلام کو تبدیل کرکے پیش کیا ہے اگرچہ اصلی موضوع ایک ہی رہا ہے۔مثلاً عربوں سے مخاطب ہوتے ہوئے ان کی ذکاوت کے پیش نظر کلام کو مختصر بیان کیا ہے اور بنی اسرائیل کے لیے کلام کو مفصل ذکر کیا ہے۔(۲۴)

مصطفیٰ رافعی نے اس رائے کو رد کیا ہے کیونکہ یہودیوں کے درمیان بھی شعراء اور خطباء موجود تھے علاوہ ازیں اکثر خطابات جن کا تکرار ہوا ہے ان میں سب گروہ مشترک تھے یعنی سب کو اکٹھا مخاطب قرار دیا گیا ہے ۔ خود انہوں نے تکرار کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قرآن نے ایک موضوع کو متعدد عبارتوں اور مختلف تعبیروں میں بیان کیا ہے تاکہ اس کی ہر قسم کے مقابلہ پر عربوں کے عجز کو ظاہر

کردے۔(۲۵)

مصباح یزدی جواب دیتے ہیں کہ ایک آیت میں جو عبارت یا تعبیر استعمال ہوئی ہے اس آیت کے سیاق وسباق کے اعتبار سے اور اس خاص زمان ومکان میں اس آیت کے نزول کا یہی تقاضا تھا وہ اسی عبارت میں بیان کی جائے۔ بار دیگر دوسرے الفاظ کے ساتھ اور قسم کے حالات وشرائط کے تقاضوں کے مطابق نازل ہوئی۔ کم از کم آیت کا سیاق وسباق اور محل وقوع اس میں الفاظ کی تبدیلی کا ضرور سبب بنتا ہے۔ پس اگر ایک آیت کی مجموعی شرائط اور اس کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھیں تو ہمیں ہر آیت بلاغت کی حد کمال پر نظر آئے گی اور ان حالات وشرائط میں اس مطلب اور مفہوم کو ان الفاظ سے بہتر الفاظ میں ادا نہیں کیا جاسکتا۔(۲۶)

قرآن میں قصص، تاریخ، وعد و وعید، مواعظ اور دلائل کے تکرار کا سبب یہ نکتہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے اس کا زیادہ تر مقصد ہدایت اور تربیت ہے ایک موضوع جتنا تکرار ہوگا وہ اتنا دلوں میں نفوذ اور تاثیر کرے گا تربیت کے لیے مواعظ کا تکرار ہی موثر ثابت ہوتا ہے۔ برخلاف موضوعات علمی کہ ان کا ایک ہی دفعہ ذکر کافی ہوتا ہے اور تکرار کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

قرآن میں تکرار مطالب کی مذکورہ تمام وجوہات ہوسکتی ہے۔ لہٰذا ہم ایک وجہ میں اسے منحصر نہیں کرسکتے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی ومصادر

(۱) ابو الحسن علی بن عیسیٰ الرمانی (۲۹۶ ھ - ۳۸۴ ھ) ادب وعربیت کے امام تھے۔

(۲) ابو عبداللہ محمد بن یزید الواسطی۔ وفات ۳۰۶ ھ۔

(۳) ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی (۳۱۹ ھ - ۳۸۸ ھ)۔

(۴) ابوبکر عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن الجرجانی۔ وفات ۴۷۱ ھ۔ علم بلاغت کے بانی تھے۔

(۵) امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی۔ وفات ۶۰۶ ھ۔ تفسیر" مفاتیح الغیب "کے مصنف تھے۔

(۶) بحوالہ: " مجموعہ سخنرانیہا ومقالات دومین کنفرانس تحقیقاتی، علوم ومفاہیم القرآن "

مقالہ نگار: سید حسن ابطحی۔ ص ۱۵۸ مطبوعہ :دارالقرآن الکریم۔ قم۔
(۷) ابو الحسن حازم بن محمد القرطاجنی الانصاری القرطبی۔ وفات ۶۸۴ ھ
(۸) سیوطی 'جلال الدین "الاتقان فی علوم القرآن" مطبوعہ منشورات الرضی ۔ قم 'جلد ۴ 'ص ۱۰۔
(۹'۱۰) "مجموعہ سخنرانیھای ومقالات دومین کنفرانس تحقیقاتی علوم ومفاہیم القرآن"
مقالہ نگار: سید حسن ابطحی۔ ص ۱۵۸ ۔ مطبوعہ دارالقرآن الکریم۔ قم ۔
(۱۱) قصص ۔۷ (۱۲) انبیاء ۔۲۲
(۱۳)حج ۔۷۳ (۱۴) یوسف ۔۸۰
(۱۵) ہود ۔۴۴ (۱۶) بنی اسرائیل۔۸۸
(۱۷) رافعی 'مصطفیٰ صادق "اعجاز القرآن" مطبوعہ : دارالکتاب العربی ۔ بیروت ۔ ص ۲۵۷
(۱۸) مطہری 'مرتضیٰ شہید "مجموعہ آثار ۔ بحث اعجاز قرآن" مطبوعہ :انتشارات صدرا ۔ ج ۴
(۱۹) قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرالیحصبی السبتی ۔ وفات ۵۴۴ ھ
(۲۰) نقل از الاتقان فی علوم القرآن ۔ ج ۴ 'ص ۱۵
(۲۱) رافعی 'مصطفیٰ صادق "اعجاز القرآن" دارالکتاب العربی بحث اسلوب قرآن 'ص ۱۸۸ ۔ ۲۰۶
(۲۲) مطہری 'مرتضیٰ شہید مجموعہ آثار بحث اعجاز القرآن ۔ مطبوعہ انتشارات صدرا' ج ۴' ص ۵۵۲
(۲۳) ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب ۔ جاحظ لقب تھا ۔ وفات ۲۵۵ ھ
(۲۴' ۲۵) رافعی 'مصطفیٰ صادق "اعجاز القرآن" دارالکتاب العربی 'بیروت ۔ ص ۱۹۳ ۔ ۱۹۴
(۲۶) مصباح یزدی 'محمد تقی "وجوہ اعجاز القرآن" مجموعہ سخنرانیھا ومقالات 'مطبوعہ :دارالقرآن ۔ قم 'ص ۵

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات۔۱۲)

اے ایمان لانے والو! بہت سے گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں' ہر گز دوسروں کے کاموں میں) تجسّس نہ کرو۔ تم میں سے کوئی دوسرے کی (ہر گز) غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے ؟ (یقیناً) تم سب اس چیز سے کراہت رکھتے ہو۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔